© rasailojaraid.com

جماعتِ اسلامی کا تاریخی کردار

عبدالحمید صدیقی

جماعت اسلامی کو قائم ہوئے انتیس برس ہو چکے ہیں اور اب تیسواں برس چل رہا ہے۔ اس طویل مدت میں اس نے اللہ کے فضل سے زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان خدمات کی نوعیت اگرچہ مختلف ہے مگر ان سب کا مقصود و مطلوب ایک ہی ہے کہ دنیا میں اللہ کے دین کو سربلند کیا جائے اور آخرت میں فلاح و کامرانی حاصل کی جائے۔ ان خدمات کے جائزے کو ہم اس کا تاریخی کردار کہہ سکتے ہیں۔ اس جائزے کو زیادہ صحیح بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ایک طرف یہ دیکھیں کہ اس جماعت نے کیا کچھ کیا ہے اور دوسری طرف اس بات پر بھی غور کریں کہ اگر جماعت کا وجود نہ ہوتا تو پھر صورتِ حال کیا ہوتی۔

ہم اپنی بحث کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(۱) جماعت کی فکری خدمات،

(۲) جماعت کی عملی خدمات۔

فکری خدمات میں سب سے نمایاں خدمت یہ ہے کہ جماعت نے دین کے جامع اور ہمہ گیر تصوّر کو اجاگر کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ میری اس گزارش کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جامع تصوّر کسی نہ کسی صورت میں پہلے سے موجود نہ تھا اور جماعت نے پہلی بار یہ انکشاف کیا ہے کہ اسلام ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تصوّر قرآنِ کریم، حدیث، فقہ اور علمِ کلام کی کتابوں میں موجود تھا، اور دورِ اخیر میں بھی مسلمان کسی نہ کسی شکل میں اس تصوّر سے کسی حد تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شناسا تھے ۔ اپنے اس دور میں علامہ اقبال مرحوم اور مولانا آزاد مرحوم کی تحریروں میں اس کی جھلک ملتی ہے۔ مگر یہ بات کسی فخر کی بنا پر نہیں بلکہ محض تحدیثِ نعمت کے طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اس تصوّر کو نکھارنے اور اس کے ہر پہلو کو نہایت واضح اور عام فہم طریقہ سے پیش کرنے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اور اسے پھیلانے میں جماعت اسلامی کی تنظیم اور اس کے کارکنوں نے بیش قیمت خدمات سرانجام دی ہیں۔ یہ ان خدمات ہی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں میں لاکھوں پڑھے لکھے لوگ اسلام کو اس کی تفصیلی صورت میں جان گئے ہیں اور ان کے اندر یہ تڑپ پیدا ہو چکی ہے کہ اُن کی سیاست، اُن کی معیشت، اُن کی معاشرت اُن کی تہذیب ۔ ان کی عدالت ۔ ان کی تعلیم، غرض ان کی ہر چیز اسلام کی بنیاد پر استوار ہونی چاہیے اور اُن کی زندگی کے مختلف شعبوں میں اتنی ہم آہنگی پائی جانی چاہیے کہ وہ سب ایک ہی رُخِ زیبا کے مختلف عکس دکھائی دیں۔ یہ احساس اور جذبہ اس دور میں کس شدت کے ساتھ پیدا ہوا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب اسلامی سیاست، اسلامی معیشت، اسلامی معاشرت اور اسلامی تہذیب پر مسلمان اہلِ علم نے بڑی سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا ہے اور ان موضوعات پر بازار میں دھڑا دھڑ کتابیں آ رہی ہیں جن میں بعض بڑی وقیع ہونے کے علاوہ اسلام کے صحیح نقطۂ نظر کی ترجمانی بھی کرتی ہیں اسلامی نظامِ حیات کو ایک جامع نظامِ حیات کی حیثیت سے پیش کرنے کی سعی و کوشش گذشتہ دو سو سال میں کبھی اتنی شدید، اتنی وسیع اور اتنی گہری نہ تھی جس قدر کہ آج نظر آ رہی ہے۔

پھر ان تحریروں میں اس احساس کا بھی واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مسلمان اسلامی نظامِ حیات کو اب ایک ایسا آئیڈیل نہیں سمجھتے جو صرف قابلِ تحسین ہو اور جسے عملی زندگی میں اپنایا نہ جا سکتا ہو، بلکہ اُن کے نزدیک اس نظام کا قیام عملی اعتبار سے بالکل ممکن ہے اور اس کے اپنانے ہی سے نوعِ انسانی فلاح و کامرانی پا سکتی ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ اسلامی ریاست یا مملکت پر نظریاتی مباحث کے علاوہ اس ریاست کے عملی پہلوؤں پر بھی ایک اچھا خاصا ذخیرہ کتب مہیا ہو گیا ہے۔ مثلاً پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے کیا عملی تدابیر اختیار کرنی چاہییں، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کیا ہیں، اسلامی ریاست پر کس قسم کی معاشی اور معاشرتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اسلامی ریاست کے دوسری ریاستوں سے تعلقات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی نوعیت کیا ہے ، یہ اور اسی قسم کے دوسرے عملی مسائل سے آج کے اہلِ علم کا اغماض اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مسلمان اسلامی ریاست کو ایک نا قابلِ حصول نصب العین نہیں سمجھتے، کیونکہ اگر وہ اسے محض ایک آئیڈیل خیال کرتے تو اُس کے عملی پہلوؤں پر کبھی اس قدر شرح و بسط سے بحث نہ کرتے جتنی کہ ان دنوں میں ہو رہی ہے ۔ اسی طرح اسلام کے نظامِ معیشت پر جس قدر ان گزشتہ چند سالوں میں لکھا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا گیا تھا ۔ ہمارے ہاں معاش کے متعلق عام طور پر یہ تصور پھیلا ہوا تھا کہ اسلام صرف معادات سے بحث کرتا ہے معاش سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ فاقہ مستی ایک مسلمان کا امتیازی وصف ہے اور جو مسلمان معاشی اعتبار سے جتنا تنگ دست ہے اسی قدر روحانی اعتبار سے سربلند ہے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تصور اسلام نے دیا ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کے ہاں معیشت کے بارے میں اسی قسم کے تصورات رائج تھے ۔ اس غلط تصور کو مٹانے میں اگرچہ بہت سے دوسرے مسلمان اہلِ علم نے بھی اپنی حد تک قابلِ قدر کوششیں کی ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ اسلامی نظامِ معیشت کے صحیح خد و خال کو جس طرح مولانا مودودی نے اجاگر کیا ہے اور جس تفصیل سے انہوں نے یہ بتایا ہے کہ اسلام کے معاشی اصول کیا ہیں، سرمایہ داری اور سوشلزم کے اصولوں اور اسلام کے اصولوں میں فرق کیا ہے اور اسلام کے اصولوں پر موجودہ زمانے میں کس طرح ایک اعلیٰ اور برتر معاشی نظام قائم ہو سکتا ہے ، اس کی نظیر ہمارے معاشی ادب میں پہلے کہیں نہیں ملتی ۔ اب سے تیس سال پہلے کے لٹریچر اور آج کے لٹریچر کا تقابل کیا جائے تو ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اس دوران میں کتنا بڑا فرق واقع ہو چکا ہے اور اس فرق کے واقع ہونے میں سب سے بڑا حصّہ کس کا ہے ۔

مولانا سے پہلے اس موضوع پر ہمیں دو مختلف اور متضاد رجحانات ملتے ہیں ۔ ایک وہ جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے ، یعنی فقر و فاقہ کو معاشی نصب العین قرار دینا ۔ دوسری طرف جن لوگوں نے اس کے مخالف سوچا اور کہا اُن کا نقطۂ نظر یا تو سرمایہ دارانہ نظام سے متاثر تھا یا سوشلزم سے متاثر ہو رہا تھا ۔ اسلام کے نظامِ معیشت کی ایسی تعبیریں پیش کی جا رہی تھیں جنہیں دیکھتے ہوئے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسلام اپنا کوئی الگ نظامِ معیشت بھی رکھتا ہے جو ان دونوں سے بالکل مختلف ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس زمانے کی تحریروں کی روشنی میں اسلام یا تو سرمایہ دارانہ نظام سے مصالحت کرتا نظر آتا ہے یا پھر اشتراکی نظام سے ۔ ان کے مقابلے میں جماعت نے معیشت پر جو لٹریچر شائع کیا ہے، جس میں زیادہ حصہ مولانا کی تحریروں کا ہے، اس میں یہ بات پُوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اسلام نہ معاشی مسائل سے بے تعلق ہے، نہ فقر و فاقہ کو فروغ دینے کے لیے دنیا میں آیا ہے، اور نہ سرمایہ داری اور اشتراکیت سے اس کی کوئی مصالحت ہو سکتی ہے ۔ جماعت کے لٹریچر نے معیشت کے بارے میں اسلام کا جو صحیح زاویہ نگاہ پیش کیا ہے اُسے چند نکات پر مشتمل کہا جا سکتا ہے :

(۱) اسلام تمام رائج الوقت نظاموں سے الگ اپنا ایک مستقل نظام معیشت رکھتا ہے جس کی بنیاد اخلاق پر رکھی گئی ہے ۔ معیشت کو اخلاق سے الگ نہیں کیا جا سکتا

(۲) مسلمان کے معاشی محرکات اُس کے دوسرے محرکات کی طرح خدا پرستی اور فکرِ آخرت کے چشمے سے پھوٹتے ہیں اس لیے دنیا میں اگرچہ ایک مسلمان معاشی فلاح و بہبود اور معاشی ترقی کے لیے کسی کافر سے کم جدوجہد نہیں کرتا، لیکن اس کی یہ ساری جدوجہد حدود اللہ کے اندر رہتی ہے، اور اس طرح اس کی معاش اس کی معاد سے متصادم نہیں ہوتی بلکہ دیانت کے ساتھ دنیا کمانا ہی اس کی اُخروی فلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے ۔

(۳) دنیا مُسلمان کے برتنے کے لیے ہے، اِس لیے نہیں ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے یا اس سے منہ موڑے ۔ لیکن دنیا کمانا اس کا مقصدِ زندگی بھی نہیں ہے کہ وہ اس میں مُستغرق ہو کر نرا معاشی حیوان بن جائے اور ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے دولت سمیٹنے اور صرف اپنی اغراض و خواہشات پر جائز و ناجائز طریقہ سے اس کو صرف کرنے میں لگا رہے ۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ دولتِ دنیا کمانے کے معاملے میں وہ بہر حال حرام طریقوں سے بچے اور حلال طریقوں سے کمانے ہی پر اصرار کرے ۔ اس طرح اگر وہ امیر کبیر بھی بن جائے تو اسلام کو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے ۔ اور اگر ان حدود کی پابندی کرنے کی وجہ سے وہ تنگ دستی اور فاقہ کشی میں بھی مبتلا ہو جائے تو اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ صبر کے ساتھ اسے برداشت کرے ۔ یہ دونوں حالتیں اسلام کی نگاہ میں مسلمان کے لیے آزمائش کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ دولت مند ہونے کی صورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اس کی آزمائش یہ ہے کہ وہ اپنی دولت میں سے خدا اور بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، اور اپنی دولت کو حرام مقاصد کے لیے استعمال کرنے سے پرہیز کرتا ہے یا نہیں۔ اور تنگ دستی کی صورت میں اس کی آزمائش یہ ہے کہ وہ کسی وقت پست ہمّت ہو کر قبیح و مذموم اور ناپاک ذرائع اختیار کرنے پر تو آمادہ نہیں ہو جاتا۔ اسی بنیاد پر اسلام نے کسبِ دولت کے جائز اور ناجائز ذرائع کی صاف نشان دہی کی ہے، اور یہ بھی پوری وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ صَرفِ دولت کی کیا صورتیں حرام اور کیا صورتیں حلال ہیں، اور یہ بھی غیر مشتبہ طریقہ سے متعین کر دیا ہے کہ ایک شخص کی دولت میں خدا اور بندوں کے کیا حقوق ہیں۔

(۴) معاش کے بارے میں اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے کی بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلامی معاشرے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کرے کہ معاشرے کا کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے اور ہر شخص عزت کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ اس غرض کے لیے اسلام نے ہر محتاج اور ضرورت مند شخص کے حقوق اس کے اقربا پر، اس کے ہمسایوں پر، اس کی حاجت مندی سے واقف ہونے والے ہر مستطیع شخص پر، اور بالآخر پورے معاشرے پر عائد کیے ہیں۔ اور یہ حقوق ہیں "خیرات" نہیں ہیں۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنی حدود کے اندر ناجائز استحصال کا قلع قمع کرے، کسبِ دولت اور صَرفِ دولت کے معاملہ میں حدود اللہ کی سختی کے ساتھ پابندی کرائے۔ اپنی اجتماعی ذمّہ داریوں سے جو لوگ عہدہ برآ نہ ہوں اُن سے بازپرس کرے، اور دولت مندوں کی دولت پر شریعت نے معاشرے کے جو حقوق عائد کیے ہیں انھیں حق داروں تک پہنچانے کا ایسا انتظام کرے جس سے معاشرے کا کوئی فرد غذا، لباس، مکان، علاج اور تعلیم سے محروم نہ رہ سکے۔

(۵) اسلام نہ بے قید آزاد معیشت کا قائل ہے اور نہ بالکل مقید معیشت کا قائل، بلکہ وہ پابندِ حُدود آزاد معیشت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس ضمن میں جماعت اسلامی کے لٹریچر نے انفرادیت اور اجتماعیت کے درمیان اُس توازن کی واضح نشاندہی کی ہے جو قرآن و سنّت کی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے اور جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت میں اسلام کے معاشی نظام کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اس لٹریچر کے ذریعہ سے لوگوں کو اچھی طرح یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ اسلام معیشت کے میدان میں نہ تو افراد کو اس قدر بے لگام چھوڑ دیتا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں معاشرے اور خصوصاً اس کے کمزور افراد کو اپنی حرص کا تختۂ مشق بنائیں اور نہ اجتماعی نظام کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ فرد کی آزادی کو بالکل کچل کر رکھ دے اور انسان معاشرے کے اندر اس طرح بے دست و پا بن کر رہ جائے جس طرح کسی بے رحم مشین میں ایک پرزہ ہوتا ہے۔

(۶) معاشی میدان میں جماعت اسلامی کا سب سے بڑا کارنامہ اشتراکی فتنے کی مؤثر روک تھام ہے۔ ہمارے ہاں گزشتہ سو سال میں بدقسمتی سے یہ رجحان چلا آ رہا ہے کہ مغربی ممالک میں جس خیال، یا جس تحریک یا جس نظام فکر نے ذرا زور پکڑا، اس کے بارے میں فوراً یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسلام اس سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ مغرب میں دولت پرستی کا جنون سوار ہوا تو ہمارے بعض مفکرین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دولت ہی "قاضی الحاجات" ہے اور مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح دولت مند بننے کی فکر کرنی چاہیے خواہ ذرائع کچھ ہی ہوں۔ اسی جنون کے تحت بنک کے سود کو حلال قرار دیا گیا، انشورنس کی حوصلہ افزائی کی گئی اور بعض لوگوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر تمام غیر اخلاقی اور غیر اسلامی معاشی سرگرمیوں کو سندِ جواز عطا کی۔ اس کے بعد جب اشتراکیت کو عروج حاصل ہوا تو یہاں بہت سے لوگ اسلام اور اشتراکیت کو یک جان و دو قالب قرار دینے لگے اور آج صرف دو دلفریب نعروں، یعنی معاشی انصاف اور معاشی مساوات کے نام پر اس عظیم فتنہ کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ ان حالات میں جبکہ سرمایہ داری نے غریب عوام پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اور معاشی اضطرابات غریبوں کے لیے زندگی ایک عذاب بن گئی ہے، اس بات کا قوی امکان تھا کہ پاکستان کے مسلمان دھوکا کھا کر اس نئے عذاب کو اپنے اوپر مسلط کر لیتے۔ بہت سے مسلمان ممالک میں یہی ہوا کہ سرمایہ داری سے ستائے ہوئے لوگوں نے اشتراکیت میں فلاح و کامرانی ڈھونڈنے کی کوشش کی اور اس کے پروگرام کو اسلامی معیشت کے پروگرام کا حصہ خیال کرتے ہوئے اسے آگے بڑھ کر اپنا لیا۔ انہیں اس بات کی توفیق ہی نصیب نہ ہوئی کہ وہ یہ دیکھیں کہ اس کے اصول اسلام سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس قدر متصادم ہیں، اور جن خرابیوں کا علاج وہ اشتراکیت میں تلاش کر رہے ہیں ان سے بڑھ کر شدید تر خرابیاں اشتراکیت پیدا کرتی ہے، اور ان خرابیوں کا اصل علاج اسلام میں ہے جس سے وہ دور بھاگے جا رہے ہیں۔ وہ صرف چند کھوکھلے نعرے، مثلاً استعمار کا خاتمہ، معاشی استحصال کا خاتمہ، سرمایہ داری کا خاتمہ، سماجی انصاف، معاشی مساوات، وغیرہ سُن کر مسحور ہو گئے اور اس ناگ کو سنہری طوق سمجھ کر گلے میں ڈال لیا۔ مگر اس طوق کو پہننے کے بعد اُن پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ اشتراکیت بھی سرمایہ داری کی طرح استحصال اور استعمار ہی ہے۔ یہاں بھی بڑے اشتراکی ملک چھوٹے اور کمزور ملکوں کو دامِ غلامی میں پھانس رہے ہیں اور انہیں خوب لوٹ رہے ہیں۔ یہاں بھی بندۂ مزدور کے اوقات اتنے ہی تلخ ہیں جتنے کہ سرمایہ داری میں ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ سرمایہ داری میں مزدور اس ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کا حق رکھتا ہے مگر اشتراکیت میں اسے یہ حق بھی حاصل نہیں۔

سرمایہ داری تو اب ایک دم توڑتا ہوا نظام ہے۔ اس کی تباہ کاریاں سب کے سامنے کھل کر آ چکی ہیں۔ اس لیے اس کے خلاف ہر شخص بڑی دلیری سے بات کر سکتا ہے۔ ایک رُو بہ انحطاط نظریے یا نظامِ فکر کے خلاف آپ جو کچھ کہنا چاہیں کہہ دیں۔ یہ روشن خیالی اور ترقی پسندی کی دلیل ہے۔ سرمایہ داری نظام میں اب یہ طاقت بھی نہیں رہی کہ وہ اپنی تبلیغ کر سکے اور اپنی طرف دنیا کو دعوت دے سکے مگر اشتراکیت کا فتنہ دورِ حاضر کا سب سے پُرزور فتنہ ہے اور ایک تبلیغی فتنہ ہے۔ اس کی تعریف و توصیف میں اشتراکی حکومتیں، اشتراکی ادیب اور شاعر اور اشتراکی ادارہ ہائے نشر و اشاعت زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اور خود ہمارے ملک میں باہر سے بھی اس کا لٹریچر سیلاب کی طرح آ رہا ہے اور اندر بھی اس بیرونی فتنے کا پانچواں کالم اسے پھیلانے اور زبردستی مسلط کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ اس کے مفاسد اور خطرات کی نشاندہی کرنا اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہے۔

اس ضمن میں جماعت نے جس بصیرت، جس مستعدی اور جس پامردی کا ثبوت دیا ہے اُس کے لیے خدا کا جس قدر شکر بجا لایا جائے اسی قدر کم ہے۔ چاہے کوئی اس کا اعتراف کرے یا نہ کرے، بہر حال یہ حقیقت ہے کہ جماعت اسلامی ہی نے اس آتے ہوئے خطرے کو محسوس کیا، اسی نے بروقت مسلمانوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہے۔ مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ رائے قائم نہیں کی جو آپ اپنے بیٹے کے لیے کر رہے ہیں، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا۔ آپ مجھے تفرقیِ ملت سے ڈراتے ہیں، سو آپ یاد رکھیں کہ میں تفرقہ بین المسلین کا سبب ہرگز نہ بنوں گا۔ میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ اگر سب مسلمان کسی راہ پر پڑ گئے تو میں بھی ان میں شامل رہوں گا۔"

"اس کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے اس معاملے میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے شدت سے انکار کیا کہ میں اس کو کبھی قبول نہیں کروں گا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر خطاب کیا، انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔"

اجتماعی طور پر معاویہؓ کو صحیح مشورہ

"اس کے بعد حضرت حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ جا کر معاویہؓ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت پر اصرار کریں۔ ہم آپ کے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں جو آپ کے پیشروؤں کی سنت ہے:

۱۔ آپ وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اپنے بعد کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی رائے عام پر چھوڑ دیا۔

۲۔ یا وہ کام کریں جو ابوبکرؓ نے کیا کہ ایک ایسے شخص کا نام پیش کیا جو نہ ان کے خاندان کا ہے، نہ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے اور اس کی اہلیت پر بھی سب مسلمان متفق ہیں۔

۳۔ یا وہ صورت اختیار کریں جو حضرت عمرؓ نے کی کہ اپنے بعد کا معاملہ چھ آدمیوں پر دائر کر دیا۔ اس کے سوا ہم کوئی چوتھی صورت نہیں سمجھتے، نہ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر معاویہؓ کو اس پر اصرار رہا کہ اب تو یزید کے ہاتھ پر بیعت مکمل ہو چکی ہے۔ اس کی مخالفت آپ لوگوں کو جائز نہیں ہے۔" "شہید کربلا" دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ، کراچی ص ۱۱ تا ۱۹

اب مولانا مودودی کی عبارتوں پر جس طرح کی حاشیہ آرائی اور ان سے جس طرح کا استنتاج مدیر البلاغ نے کیا ہے، اگر دوسرا شخص بھی وہی طریقہ اختیار کرے تو کہہ سکتا ہے کہ یزید کی بیعتِ ولایت عہد کے معاملہ کو "سازش"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بہ زحبانیں، اور انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ کس طرح ان کا دین اور ان کی دنیا دونوں کو برباد کر کے رکھ دیگا اور اس کے تسلط سے عوام پر کیا عذاب نازل ہوگا۔ جماعت کی ان کوششوں کو قادرِ مطلق نے اس قدر بار آور کیا ہے کہ اب اسلام اور اشتراکیت میں نہایت واضح حدِ فاصل قائم ہو گئی ہے۔ اب جو شخص اشتراکیت کا علمبردار ہے وہ یا تو سوچ سمجھ کر اسلام سے منحرف ہو چکا ہے، یا دنیوی مفادات کی خاطر اس بے دینی کی حمایت پر کمربستہ ہے۔ مگر "مساواتِ محمدی" کے نام پر اب کوئی شخص اس سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اشتراکی فتنے کا تجزیہ، اس کی فکری لغزشوں کی نشاندہی، اس کے بلند بانگ دعووں کا ابطال، اس کی عملی کمزوریوں کی وضاحت، اس کا اسلام سے قدم قدم پر تصادم، اور مسلمانوں اور مسلم ممالک پر اس کی تاخت کے نتائج، ان سب پہلوؤں میں سے کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں رہا جو اب عوام کی نظروں سے اوجھل رہ گیا ہو۔ جماعت نے اس سلسلے میں جو لٹریچر شائع کیا ہے وہ بڑا ٹھوس اور عام فہم ہے۔

دوسرے ممالک میں مسلم عوام دھوکے میں مارے گئے۔ ان کے سامنے اس فتنے کے سارے پہلو نمایاں نہ ہوتے۔ انہوں نے اسے استعمار سے نجات کا راستہ خیال کرتے ہوئے قبول کر لیا مگر بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ ایک شرمناک کھیل کھیلا گیا ہے اور ان پر ایک ایسا استعمار مسلط ہو گیا ہے جو نہ صرف انہیں معاشی طور پر بے بس بناتا اور ان کا خون چوستا ہے بلکہ ان کی زبانوں پر بھی پہرے بٹھا دیتا ہے، اور ان کے لیے مسلمان رہنا بھی مشکل کر دیتا ہے۔ پاکستان خوش قسمت ہے کہ یہاں مسلمانوں کو اس سے بروقت خبردار کر دیا گیا اور اشتراکیوں کے لیے یہاں وہ کامیابی حاصل کرنا ممکن نہ رہا جو انہیں دوسرے مسلمان ملکوں میں حاصل ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اشتراکیت کے علمبردار سب سے زیادہ جماعت اسلامی کو کوستے ہیں اور اپنا سارا زور اس کے خلاف صرف کر رہے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہاں جماعت اسلامی نہ ہوتی تو وہ آسانی سے اس ملک کو بھی شکار کر لیتے۔ جماعت سے ان کی شدید ناراضگی اور غیظ و غضب کا اظہار ان کی تحریروں اور تقریروں سے برابر ہوتا رہتا ہے۔ مجھ سے ایک مرتبہ ایک بہت بڑے اشتراکی نے جو نہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشتراکی نظریات پر گہری نگاہ رکھتے ہیں بلکہ اس تصادم کی نوعیت کو بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں، خود کہا کہ "جماعت اسلامی نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ ہمیں ایک ایک انچ زمین کے لیے لڑنا پڑیگا"۔[1] اس کا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اب ہم پاکستان پر طوفان کی طرح نہیں چھا سکتے بلکہ عوام اشتراکیت کو اتنی اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ وہ ہمارے فریب میں آکر اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے ہمیں قدم قدم پر مزاحمت پیش آئے گی اور ہمارا قافلہ اگر بڑھے گا بھی تو آہستہ آہستہ بڑی مشکل سے آگے بڑھے گا۔ یہ اپنی مشکلات کا ماتم جو ایک اشتراکی یہاں کر رہا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ آخر سوچیے کہ دوسرے ممالک میں یہ صورتِ حال کیوں پیدا نہیں ہوتی؟ ظاہر ہے کہ وہاں کے مسلم اہلِ فکر اوّل تو اس فتنے کو بروقت نہ سمجھ سکے، اور اگر اسے سمجھے بھی تو اس تحریک کی فتنہ سامانیوں کا وہ صحیح طور پر اندازہ نہ کر سکے جس کی وجہ سے وہ اس کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو گئے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں اس کا سب سے زیادہ کریڈٹ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کو جاتا ہے۔ (باقی)

---

[1] یہ فقرہ انہوں نے انگریزی میں فرمایا تھا جو یہ تھا:

WE SHALL HAVE TO FIGHT
FOR EVERY INCH OF LAND

© rasailojaraid.com